رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

فہرست مضامین

جلد ۴ | ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء | سہ شنبہ | مطابق ۲۶ ذوقعدہ سنہ ۱۳۳۴ھ | نمبر ۲۴

مدینۃ المسیح

مفتی محمد صادق صاحب و مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب سرحدی علاقہ کی طرف تبلیغی دورہ کیلئے تشریف لیگئے ہیں ؛

جناب حافظ روشن علی صاحب جناب میر قاسم علی صاحب اور حافظ جمال احمد صاحب کلانور ضلع گورداسپور ایک جلسہ کی تقریب پر روانہ ہوئے ؛

جناب ماسٹر محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی اہلیہ صاحبہ نے بروز جمعہ انتقال کیا ؛

ضمیمہ الفضل برائے مستورات لکھوانا شروع کر دیا گیا ہے انشاء اللہ عنقریب شائع ہو جائیگا۔ لیکن افسوس کہ ابھی تک اسکی خریداری کے لئے بہت کم احباب نے درخواستیں بھیجی ہیں ؛

اخبار احمدیہ

نئی کتابیں گذشتہ ماہ رمضان المبارک جماعت احمدیہ کے لئے اپنے ساتھ خاص فضل اور رحمت لایا تھا۔ کہ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت کے ساتھ اپنی جماعت کو وہ کلید کامیابی عطا فرمائی۔ جو دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے یعنی آپ نے وہ طریق بتائے کہ جن پر عمل کر کے دعا کرنے سے انسان کی دعا بارگاہ ایزدی میں قبولیت کا شرف حاصل کر سکتی ہے۔ اس سے بڑھ کر کلید کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہر مشکل ہر مصیبت ہر ابتلاء ہر ضرورت کے وقت انسان خدا تعالیٰ کو اپنی مدد اپنی تائید کے لئے پکار سکے۔ اور ایسے طریق سے پکار سکے۔ کہ اس کی پکار سنی بھی جائے۔ اس زمانہ میں ہماری جماعت کو اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کی جس قدر ضرورت اور حاجت ہے، وہ کوئی پوشیدہ بات نہیں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی بار ہا اس بات کو کھول کھول کر سنا چکے ہیں کہ ہماری کامیابی کا واحد ہتھیار دعا ہی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے مقدر کر رکھا ہے کہ ہمارے سلسلہ کی نشوونما دعاؤں ہی کے پانی سے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہی ہتھیار خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ پس دعاؤں پر زور دینا اور اس ذریعہ سے خدا تعالےٰ کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہر ایک احمدی کا فرض اولین ہے۔ چونکہ ہماری جماعت کیلئے دعاؤں پر زور دینا خاص طور پر ضروری ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح کے ذریعہ وہ طریق بھی بتلا دئے۔ جن پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے احسن اور عمدہ طور پر دعا قبولیت کے درجہ پر پہنچ سکتی ہے۔ ان طریقوں کو اشاعت اسلام کے لئے ایک رسالہ کی صورت میں چھپوا کر

(باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا)

شائع کیا گیا ہے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ ہر ایک احمدی (خواہ وہ بچہ ہو یا بوڑھا۔ لڑکا ہو یا جوان۔ عورت ہو یا مرد) کو نہ صرف پیش نظر بلکہ حفظ ہونے چاہئیں۔ اور ہر ایک کا ان پر پوری پوری پابندی سے عمل ہونا چاہیئے۔ میں پورے یقین اور کامل ایمان کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہوں کہ اگر ہماری جماعت ان طریق کے مطابق دعائیں کرنی شروع کر دے۔ تو بہت ہی جلد دیکھیگی۔ کہ اسکی حالت میں کیا بلحاظ قومی اور کیا بلحاظ انفرادی ایک عظیم الشان اور خوش کن تغیر واقعہ ہو جائیگا۔

پھر ان طریقوں کو ہم غیر احمدیوں کے سامنے اپنے سلسلہ کی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کر کے پوچھ سکتے ہیں کہ بتلاؤ تم میں کوئی ہے۔ جسکو خدا تعالےٰ نے دعائیں قبول کرنے اور اپنا قرب نصیب کرنے کے طریق بتائے ہیں۔ اگر نہیں۔ تو کیا باقی تمام باتوں کو چھوڑ کر صرف یہی ایک چھوٹا سا رسالہ اسبات کی صداقت کے لئے کافی نہیں۔ کہ وہ سلسلہ جس کا امام اور رستہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے اور پہنچانے کے یہ طریق بتاتا ہے وہ سچا ہے۔ امید ہے کہ صاحب بصیرت اور اہل انصاف لوگوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے بھی یہ رسالہ بہت کام دیگا۔

علاوہ ان طریقوں کے جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے رمضان المبارک میں فرمائے تھے۔ اور الفضل میں شائع ہو چکے ہیں۔ رسالہ میں وہ طریق بھی چھاپ دیئے گئے ہیں۔ جو حضور نے درس قرآن کریم میں بیان فرمائے تھے۔ اور ابھی تک کہیں شائع نہیں ہو سکے۔

قیمت فی رسالہ ۲/ ہے۔ اور ایک روپیہ کے ساتھ ۔ مفت تقسیم کرنیوالے احباب کو جو کم از کم ۱۰۰ جلدیں خریدیں ۲/ فی رسالہ کے حساب سے روانہ کیے جائینگے۔ احباب خود فائدہ اٹھا دیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچا کر ثواب حاصل کریں۔ خریداری کے لئے درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجیں۔

مینیجر احمدیہ بک ڈپو قادیان ضلع گورداسپور

انبیاء کی شان از روئے بائبل و قرآن

ہمارے احباب کے لئے شاید یہ بات بڑے اچنبھے کی ہوگی۔ کہ دنیا میں ایک ایسا مذہب بھی ہے جو بعض انسانوں کو خدا تعالیٰ کا نبی اور برگزیدہ انسان بھی قرار دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی انکی طرف بعض ایسی باتیں بھی منسوب کرتا ہے۔ جو معمولی انسان کی بھی شان کے شایان نہیں۔ ایسا مذہب عیسائیت ہے۔ عیسائیت کی کتاب مقدس میں بعض انبیاء پر بعض الزام لگائے گئے ہیں لیکن اسلام کب برداشت کر سکتا تھا۔ کہ انبیاء کی شان پر کسی قسم کا دھبہ لگا رہے۔ اسلئے قرآن کریم نے ان سب باتوں کی احسن طور پر تردید کر دی ہے۔ اور وہی الزام جو بائبل نے ان انبیاء پر لگائے ہیں۔ انہیں کو قرآن کریم نے رد کر کے بتا دیا ہے۔ کہ وہ انبیاء خدا تعالےٰ کے برگزیدہ انسان اور ہر قسم کے نقصوں سے پاک تھے۔ اسبات کو ایک مختصر سے رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ رسالہ بائبل اور قرآن کریم کی تعلیم کا بہت لطیف موازنہ اور صداقت اسلام کا زبردست نشان ہے۔ احباب منگوا کر ملاحظہ فرمائیں۔ اور عیسائیوں میں تقسیم کر کے ثواب حاصل کریں۔ قیمت فی رسالہ ۱/ اور ایک روپیہ کے بارہ۔ اسکے ملنے کا پتہ بھی وہی ہے جو مندرجہ بالا کتاب کا ہے یعنی مینیجر احمدیہ بک ڈپو قادیان۔

احمدیہ کو اپریٹو سٹور قادیان

سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ قادیان براے اشاعت یہ اعلان بھیجتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی منظوری سے انجمن احمدیہ قادیان نے تجویز کیا ہے کہ

"احمدیہ کو اپریٹو سٹور"

قائم کیا جاوے۔ اس کا سرمایہ ایک لاکھ ہوگا۔ اور فی حصہ ۱۰ ہونگے۔ سب کمیٹی منتظمہ کے ممبر سر دست مفصلہ ذیل احباب ہیں:-

چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے۔ چودھری غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ مفتی محمد صادق صاحب۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ مولوی قاضی امیر حسین صاحب۔ شیخ نور الدین صاحب۔

جو احباب سٹور کے حصے خریدنے چاہیں وہ روپیہ بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ بھیجا کریں۔

قواعد مرتب سب کمیٹی اور مصدقہ حضرت خلافت مآب کسی دوسری جگہ شائع کیے جاتے ہیں۔ یہ روپیہ بطور امانت میں جمع رہیگا۔ کیونکہ انجمن احمدیہ قادیان غلط فہمی یا شکوک کا سدباب کرنے کے لئے ارادہ رکھتی ہے۔ کہ سٹور کا انتظام مستقل اور مستحکم و محفوظ بنیادوں پر ہو۔ سر دست منتظمہ سب کمیٹی عارضی انتظام کے لئے ہے۔ سرمایہ جمع ہو جانے کے بعد سٹور کو رجسٹرڈ کرایا جائیگا۔ اور اسکے بعد کام شروع ہوگا۔ انشاء اللہ

انا للہ و انا الیہ راجعون

یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ بابو ماسٹر محمد یوسف صاحب کی اہلیہ صاحبہ ۲۲ تاریخ بروز جمعہ بوقت نماز عصر فوت ہو گئیں۔ مرحومہ دینداری۔ سلیقہ شعاری اور سادگی میں بے نظیر خاتون تھیں۔ غریبوں اور محتاجوں کی ہمدردی کیلئے وہ خاص قسم کا دل رکھتی تھیں۔ ماسٹر صاحب جس اطمینان قلب اور دلی تسلی کے ساتھ تبلیغی دوروں پر مصروف رہتے تھے وہ آپ کی سلیقہ وری اور دینداری ہی کی وجہ سے آپکو حاصل تھی۔ اکثر اوقات ایسا بھی ہوا۔ کہ گھر میں بیماری ہے سخت تکلیف ہے بچے بیمار ہیں۔ لیکن ماسٹر صاحب کو کہیں تبلیغ کیلئے جانا پڑا ہے۔ اس صورت میں ماسٹر صاحب گھر کی تکلیف کو دیکھ کر لیت و لعل میں پڑے ہیں۔ تو اس مرحومہ نے اصرار کر کے شوہر کو بھیجدیا۔ اور کہا ہے کہ آپ ضرور جائیں دینی کام ہے شاید خدا تعالیٰ مجھے اسی تکلیف کے بدلے اپنے پیار و محبت سے حصہ دیدے۔ یہ ایک ایسی صفت اور جذبہ ہے کہ جس کا ہماری خاتونوں میں پایا جانا ایک بہت ہی مبارک بات ہے۔

مرحومہ چند ماہ سے بیمار چلی آرہی تھیں کہ پچھلے گذشتہ سے پیوستہ جمعہ کو لڑکی تولد ہوئی۔ اسلئے کمزوری اور نقاہت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ اور بیماری بھی زوروں پر ہو گئی آخر دوسرے جمعہ کو مرحومہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار البقا میں جا بسیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جنازہ بعد از نماز عشاء بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھایا۔ دار العلوم کے احباب اور لڑکے بھی شامل جنازہ ہوئے قریباً گیارہ بجے رات کو جنازہ بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

مرحومہ نے اپنے پیچھے دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ یہ چاروں بچے کم سن ہیں۔ خاص کر سب سے چھوٹی لڑکی جس کی عمر صرف چند دن کی ہے۔ اسکی پرورش زیادہ مشکل تھی لیکن حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی نے اس لڑکی کو اپنے ہاں منگوا لیا ہے۔ جس سے حضور کی اس شفقت اور نوازش کا پتہ لگتا ہے جو حضور کو اپنے خدام سے ہے۔

الفضل
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء

امن کا شہزادہ

اور

پنڈت دیانند صاحب

نمبر دوم

پہلے نمبر میں ہم پنڈت دیانند صاحب بانی آریہ سماج کی مایۂ ناز کتاب ستیارتھ پرکاش سے دکھا چکے ہیں کہ مسلمانوں کے متعلق اس میں کسقدر درشت کلامی اور سختی سے کام لیا گیا ہے اب ایک ایسی کتاب کو جن لوگوں نے اپنا راہ نما تسلیم کیا ہوا ہو۔ اور اسے قابل عملدرآمد تسلیم کرتے ہوں انکی نسبت نہایت آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ وہ خود اپنی تحریر اور تقریر میں کہاں تک تہذیب سے اسلام اور اہل اسلام کا ذکر کرتے ہونگے۔

ستیارتھ پرکاش کے وہی چند ایک حوالجات اس امر کا کافی ثبوت تھے۔ کہ ایسے الفاظ دلوں کو کسقدر صدمہ پہنچانے کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ لیکن ممکن ہے آریہ صاحبان کہدیں کہ ستیارتھ پرکاش کے مترجموں کی دراندازی اس قسم کے الفاظ کا باعث ہوئی ہے۔ اور ممکن ہے وہ یہ بھی کہدیں۔ کہ ستیارتھ پرکاش کے وہ ابواب جن میں غیر مذاہب پر نکتہ چینی کیگئی ہے۔ پنڈت صاحب موصوف کے تصنیف کردہ نہیں۔ بلکہ بعد میں داخل کئے گئے ہیں۔ یہ باتیں ممکنات کے درجہ پر ہی نہیں۔ بلکہ آریہ سماج کے ایک حصہ میں واقعات کا درجہ بھی رکھتی ہیں۔ چنانچہ اس حصہ نے ایک نئی ستیارتھ پرکاش بھی شائع کی ہے۔ جسکو اصلی ستیارتھ پرکاش کا صحیح ترجمہ کہا جاتا ہے۔ اور عام طور پر جو ستیارتھ پرکاش پھیلی ہوئی ہے۔ اسکو نقلی بتلایا جاتا ہے لیکن آریوں کا ایک کثیر حصہ اسی ستیارتھ پرکاش کو مستند مانتا ہے جس میں یہ سب کچھ بھرا پڑا ہے۔ نیز جب ہم ستیارتھ پرکاش کی اس تعلیم کو دیکھتے ہیں جو آریہ صاحبان کو عمل میں لانے کے لئے دیگئی ہے۔ تو ہمارا یقین بھی اسی درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ واقعہ میں یہی ستیارتھ پرکاش پنڈت موصوف کی لکھی ہوئی ہونی چاہیئے۔

اسوقت ستیارتھ پرکاش کی تمام تعلیم کو معرض بحث میں لانا ہمیں مقصود نہیں۔ کیونکہ ہمارے اس مضمون سے وہ غیر متعلق ہے۔ البتہ ہم اسکی اس تعلیم کا ذکر کرینگے جس کا تعلق امن و امان صلح و آشتی محبت اور الفت کے ساتھ ہے تا یہ ثابت ہو کہ بانی آریہ سماج کی تعلیم پر چلکر دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ محبت بڑھ سکتی ہے الفت پیدا ہو سکتی ہے یا اسکے خلاف۔

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۶۴ میں لکھا ہے:۔

"جو بے رو رعایت و انصاف کا رویہ موصوف ایشور کے احکام ویدوں کے خلاف نہیں ہیں۔ وہ دہرم اور جو احکام ویدوں کے خلاف ہیں اسے ادہرم کہتے ہیں"

یہاں پنڈت صاحب نے تمام انسانوں کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک دہرمی اور دوسرے ادہرمی۔ دہرمی تو وہ جو ویدوں کو مانتے ہیں یعنی آریہ صاحبان۔ اور ادہرمی وہ جو ویدوں کو نہیں مانتے۔ یعنی آریوں کے سوا باقی تمام مذاہب والے۔

اب دیکھئے آپ غیر مذاہب والوں کے ساتھ محبت پیار الفت اور ہمدردی کرنے کی جو تعلیم دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے:۔

"ادہرمی خواہ سب سے بڑھکر صاحب وسیلہ نہایت طاقتور اور صاحب لیاقت بھی ہو۔ تو بھی اسکی بربادی۔ تنزل و تخریب میں لگا رہے۔ یعنی جہاں تک ہو سکے۔ وہاں تک اسکی طاقت گھٹائے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۴

(۲) "جو ویدوں کو نہ مانے۔ اسکو ذات سے خارج کردیں۔ کیونکہ وہ ناستک یعنی ملحد و دہریہ ہے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۴۲ ایڈیشن سوم

(۳) "جو شخص وید اور عابد لوگوں کی بنائی ہوئی کتابوں کو نہیں مانتا۔ اس وید کے منکر کو ذات جماعت اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیے۔" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۹ ایڈیشن سوم

یہ تعلیم دیکھو۔ اور اسکے نتیجہ کو دیکھو۔ کیا اگر دنیا پر کوئی ایسا وقت آئے جبکہ آریہ صاحبان کو اسپر عمل کرنے کا موقعہ مل سکے۔ تو دنیا پر امن و امان قائم رہ سکیگا۔ اسکا جواب یہی ہے خدا کبھی کو نا حق نہ دے۔

افسوس! وہ لوگ جن کے مذہب کا بانی اپنی کتاب میں مندرجہ بالا تعلیم درج کرتا ہے۔ اور اسپر عمل کرانا ہر ایک اپنے پیرو کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ وہ اس انسان پر خلاف امن کام کرنے کا اعتراض کرتے ہیں۔ جس کا نہ صرف نام ہی امن کا شہزادہ ہے۔ بلکہ اسکے کام بھی ایسے ہی ہیں۔ پنڈت دیانند صاحب کی تعلیم کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اسکو زیر نظر رکھو اور اس برگزیدہ انسان کی تعلیم کو بھی دیکھو۔ اور خدا کے لئے فیصلہ کرو۔ کہ کس کی تعلیم ایسی ہے۔ جسمیں بنی نوع انسان سے ہمدردی۔ محبت اور پیار پایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ہر ایک اس شخص کے لئے جو آپ کو قبول کرے یہ ضروری رکھا ہے۔ کہ وہ

"عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دیگا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے"

یہ وہ معاہدہ ہے۔ جسکے پورا کئے بغیر آپ سے کوئی تعلق پیدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ وہ الفاظ ہیں۔ جو شرائط بیعت کی شرط چہارم کے ہیں۔

پھر آپ نے اپنی جماعت کو ہمدردی۔ محبت اور صلح کی پُر زور الفاظ میں تعلیم دیتے ہوئے یوں مخاطب فرمایا کہ

"میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں۔ نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں۔ کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں

اس طرز کے کاربند رہیں۔ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے اس سے شرائط بیعت کی دفعہ چہارم میں لکھا یا ہے۔ سرکار انگریزی کی سچی خیر خواہی اور بنی نوع کی بھی ہمدردی کریں۔ اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں۔ اور پرہیزگار اور صلح کار اور سچے شریف انسان نیک پاک زندگی کا نمونہ دکھلائیں۔ اور اگر کوئی انہیں سے ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو یا بے جا جوش اور وحشیانہ حرکت اور بدزبانی سے کام لے تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے کہ وہ ان صورتوں میں ہماری جماعت کے سلسلہ سے باہر متصور ہوگا۔ اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہیگا۔

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کے حقوق کو یاد کرکے اسکی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اور اسکی عظمت کو دل میں بٹھانا۔ اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا۔ اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اسکو واحد لاشریک جاننا۔ اور اسکے لئے پاک زندگی رکھنا۔ اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اسکو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنیوالا اور مالک یقین کرنا

دوم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا۔ اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا

سوم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے۔ یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے۔ اسکی سچی خیر خواہی کرنا اور اسکے مخالف امور سے دور رہنا جو اسکو تشویش میں ڈالیں۔ یہ اصول ثلثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیئے اور جنہیں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلانے چاہئیں"

جس طرح ہم نے پنڈت دیانند صاحب کی تعلیم کو ستیارتھ پرکاش سے پیش کرتے ہوئے اختصار سے کام لیا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو مختصراً پیش کیا ہے کہ عاقلے را اشارہ کافی است۔

اب آریہ صاحبان بتائیں کہ وہ انسان جو اپنے پیرووں کو ایسی تعلیم دیتا ہے۔ وہ امن کا شہزادہ نہیں تو اور کون ہے، کیا وہ جو کہتا ہے کہ جو شخص وید اور عابد لوگوں کی بنائی ہوئی کتابوں کو نہیں مانتا۔ اس وید کے منکر کو ذات سے جماعت اور ملک سے باہر نکال دینا چاہیئے۔

اگر دنیا پر انصاف کا مادہ باقی ہے۔ اگر حق اور باطل میں کچھ بھی تمیز کرنا آتا ہے۔ تو ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ مندرجہ بالا دونوں تعلیموں کو پیش نظر رکھ کر نہایت آسانی سے صحیح رائے قائم کرسکیگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عمر کے آخری ایام میں اور آخری کتاب جو لکھی۔ اس کا نام ہی پیغام صلح رکھا ہے۔ کہ اس برگزیدہ انسان کے دل میں صلح اور آشتی محبت اور الفت ہمدردی اور نفع رسانی کا کسقدر جوش اور ولولہ تھا۔ آپ نے اس کتاب میں ہندوؤں کے ساتھ صلح اور عمدہ تعلقات رکھنے کی ایک تجویز پیش کی ہے جو یہ ہے کہ:۔

"ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہونگے۔ اور اسکے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لینگے۔ اگر ایسا نہ کرینگے۔ تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی۔ ہندو صاحبان کی خدمت میں ادا کرینگے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کردیں۔ اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا۔ کہ ہم حضرت محمد مصطفےٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں۔ اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کرینگے۔ جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ہم ایسا نہ کریں۔ تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہوگی۔ احمدی سلسلہ کے پیشرو کی خدمت میں پیش کرینگے"

یہ تو ہندو صاحبان سے مقابلہ کی شرطیں تھیں۔ یعنی جس طرح ہم ان کے رشیوں۔ منیوں اور ویدوں کی تصدیق کرینگے اسی طرح وہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا یقین کرکے انکی عزت و تکریم کریں۔ اور قرآن کریم کو منجانب اللہ سمجھیں لیکن ہندوؤں کی دلداری اور ہمدردی کے لئے آپ نے بطور احسان کے یہ بھی کہدیا۔ کہ گائے جس سے ہندوؤں کو خاص محبت اور الفت ہے۔ اس کا گوشت کھانا محض انکی خاطر ہماری جماعت ترک کردیگی۔

بتلایئے اس سے بڑھ کر ہمدردی اور پاسداری کا اور کیا نمونہ ہو سکتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر صلح جوئی اور امن پسندی کا اور کیا طریق ہو سکتا ہے۔

کاش! آریہ صاحبان اس برگزیدہ خدا حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو تعصب اور عداوت سے پاک ہو کر دیکھتے۔ تا انہیں معلوم ہو جاتا کہ واقعہ میں یہی وہ امن کا شہزادہ ہے

تلبیس ابلیس

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

(حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے کاتب تقاریر کے قلم سے)

نمبر ۳

محسن کشی اور احسان فراموشی کا اگرچہ ہر ایک نظارہ دردانگیز اور روح فرسا ہوا کرتا ہے۔ لیکن وہ منظر کہ جو غیر مبائعین میں سے بعض بدفطرت اور کمینہ خصلت انسان پیش کر رہے ہیں۔ ایسا افسوسناک ہے۔ کہ دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیسا عبرت کا مقام ہے۔ ایک وقت تھا۔ کہ ان کے لئے حضرت مسیح موعود کے نام کا تذکرہ روحانی زندگی کا باعث ہوتا تھا۔ لیکن ایک وقت آج ہے۔ کہ آپ کا نام بھی زبان پر لانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ پھر ایک زمانہ تھا۔ کہ دامن مسیح موعود سے وابستہ ہونا ان کے لئے موجب صد فخر و ناز تھا۔ لیکن ایک آج زمانہ ہے۔ کہ آپ کی طرف منسوب کیا جانا ہی ان کے لئے سب سے بڑی گالی ہے۔ ممکن ہے بعض احباب کو تعجب ہو۔ کہ اتنا بڑا تغیر اور اتنی بڑی تبدیلی اس تھوڑے سے عرصہ میں کیونکر ہو سکتی ہے۔ انہیں یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے۔ بالکل درست کہا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ کہ لاہور سے ایک روزانہ اخبار "العصر" شائع ہونا شروع ہوا ہے۔ اسکا ایڈیٹر وہی مصطفیٰ خان ہے۔ جس نے پیام میں نہ صرف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی شان مبارک میں سخت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی بڑی سخت ہتک کی ہے۔ "العصر" کے متعلق جب غیر احمدیوں کی طرف سے کہا گیا۔ کہ یہ مرزائیوں کا اخبار ہے۔ کیونکہ اس کا ایڈیٹر اور سرپرست مرزائی ہیں۔ تو العصر کے ایڈیٹر کی طرف سے جواب دیا گیا۔ کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اس سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ایڈیٹر العصر مصطفیٰ خان اور اس کے دست و بازوؤں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہاں تک تعلق ہے۔ ایڈیٹر العصر نے اس بات کو غیر احمدیوں کے ذہن نشین کرانے کے لئے کہ ہمارا احمدیت سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ عجیب عجیب قسم کی چالبازیاں اور شرارتیں کی ہیں۔ ایک اپنے حریف اخبار کی نسبت بطور الزام کے لکھا۔ کہ وہ مرزائی ہے۔ گویا اس کے نزدیک احمدیت نہ صرف اسقدر خطرناک اور نقصان رساں چیز ہے۔ کہ وہ اپنے دامن بوسیدہ کو اس سے بچاتا ہے بلکہ اپنے دشمن اور مدمقابل کو نقصان پہونچانے کے لئے احمدیت کو اس کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کرتا ہے۔ پھر اپنے اخبار میں یہ طرز اختیار کی ہے۔ کہ اگر کہیں حضرت مسیح موعود کا ذکر مجبوراً کرنا ہی پڑتا ہے تو آپ کے متعلق "اہل اللہ" اور "بزرگ" کے الفاظ استعمال کر کے اپنا پیچھا چھڑا لیتا ہے۔

ایسے لوگ جو اپنے محسن اور آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ سلوک کرتے ہیں۔ اور کر رہے ہیں۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح کی شان میں کچھ بیہودہ سرائی کریں۔ تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ ہمیں ان کی بکواس سے تعجب نہیں۔ البتہ افسوس ہے۔ کہ کیوں یہ اپنے لئے ایسا گڑھا کھود رہے ہیں۔ جس میں گر کر تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ لیکن چونکہ شیطان ان میں حلول کر چکا ہے اور وہ اب مجسم شیطان بن چکے ہیں۔ اس لئے باوجود اس کے کہ ہلاکت اور تباہی کے راستہ پر چل رہے ہیں۔ پھر بھی کچھ نہیں سمجھتے۔

اس وقت ہمارے سامنے وہی شیطان بشکل انسان ہے۔ جس کا تذکرہ گذشتہ دو نمبروں میں آچکا ہے وہ لکھتا ہے:

"میاں صاحب اور ان کے مرید اٹھتے بیٹھتے نبوت مسیح موعود پر زور دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس تقریر زیر ریویو میں بھی میاں صاحب نے نبوت مرزا صاحب پر زور دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"پہلی امتوں میں جو بھی آئے وہ خدا کی طرف سے ہوتے تھے۔ نہ کہ کسی نبی کے وسیلہ سے۔ مگر یہ تسلیم کرنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں۔ کہ انہیں نبی کی اطاعت نبوت کے انعام کی مستحق ضرور بنا دیتی تھی۔ اس لئے مانا کہ وہ نبوت پانے میں کسی کے شاگرد نہیں ہوتے تھے۔ مگر انہیں اپنی امت کے نبی سے تعلیم ایسی حاصل ہو جاتی تھی۔ کہ وہ نبوت کے مدرسہ میں داخل ہونے کے قابل ہو جاتے تھے"!

اس کے بعد اعتراض کرتا ہے۔ کہ

"ایک طرف کہتے ہو۔ نبی کی اطاعت انہیں انعام نبوت کی مستحق کرتی ہے۔ دوسری طرف کہتے ہو۔ کہ نبوت پانے میں کسی کے شاگرد نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی آنحضرت کی اطاعت کی اور نبوت ملی دوسرے نبی بھی پہلے نبی کی اطاعت سے انعام نبوت حاصل کرتے تھے۔ بتاؤ اب فرق کیا ہوا۔ اور ان الفاظ کے کیا معنی ہوئے۔ کہ "وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تھے"۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے الفاظ کے متعلق مندرجہ بالا الفاظ لکھنے والے کو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اے جہالت کے مجسمے اگر تیرے سر میں دماغ اور دماغ میں تھوڑی سی بھی عقل ہوتی تو تو کبھی یہ الفاظ نہ لکھتا۔ اے نادان بتلا۔ کہاں حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ کہا ہے۔ کہ "دوسرے نبی بھی پہلے نبی کی اطاعت سے انعام نبوت حاصل کرتے تھے"۔ کیا تجھ میں یہودیت کی بھی کوئی رگ ہے۔ کہ تحریف ایسے ناپاک فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ اپنے پاس سے ایک فقرہ گھڑ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف منسوب کرنا تیری کمال بے حیائی اور دیدہ دلیری کی علامت ہے۔ اگر تجھ میں ذرا بھی شرم و حیا باقی ہے۔ تو ڈوب مر۔ آپ تو یہ فرماتے ہیں۔ کہ۔ "انہیں نبی کی اطاعت نبوت کی مستحق ضرور بنا دیتی تھی" پھر آپ فرماتے ہیں "انہیں اپنی امت کے نبی سے تعلیم ایسی حاصل ہو جاتی تھی۔ کہ وہ نبوت کے مدرسہ میں داخل ہونے کے قابل ہو جاتے تھے"۔ لیکن تو اے خبیث الفطرت انسان

اس کی بجائے آپ کی طرف یہ منسوب کرتا ہے۔ کہ گویا آپنے یہ کہا ہے۔ کہ "دوسرے نبی بھی پہلے نبی کی اطاعت سے انعام نبوت حاصل کرتے تھے"۔ دیکھا دونوں فقروں میں کسقدر فرق ہے۔ کہاں نبوت کے پانے کا مستحق بننا اور کہاں نبوت حاصل کر لینا۔ اگر آپنے وہی فقرہ کہا ہوتا۔ جو تو نے آپ کی طرف منسوب کیا ہے۔ تو بیشک آپ پر وہ سوال بھی ہو سکتا تھا۔ جو تو نے کیا ہے۔ لیکن جب آپنے کہا ہی نہیں۔ بلکہ تو نے خود اپنی طرف سے بنا کر پیش کر دیا ہے۔ تو اس کا جواب بھی تو خود ہی دے۔ کیا تجھ میں اسقدر بھی عقل و فہم باقی نہیں رہا۔ کہ یہ سمجھ سکے۔ کہ کسی بات کا مستحق بنا دینے اور اس کے حاصل کروا دینے میں کیا فرق ہے۔ اگر نہیں تو سن میں بتاتا ہوں۔ ایک استاد جو پرائمری تک تعلیم دیتا ہے۔ جب ایک لڑکے کو پرائمری پاس کرا دیتا ہے۔ تو وہ اسے اس بات کا مستحق بنا دیتا ہے۔ کہ مڈل میں داخل ہو جائے اب کوئی نادان سے نادان انسان بھی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس استاد نے لڑکے کو مڈل بھی پاس کرا دیا ہے کیونکہ اسلیئے کہ اس نے لڑکے کو مڈل پاس نہیں کرایا۔ اور نہ وہ کرا سکتا ہے۔ ہاں مڈل پاس کرنے کا اسے مستحق بنا دیا ہے۔ اسی طرح پہلے انبیاء کو ان کی امت کے نبی اس قابل تو بنا دیتے تھے۔ کہ وہ نبوت پانے کے مستحق ہو جائیں۔ لیکن وہ انہیں نبوت نہ حاصل کروا سکتے تھے جب وہ مستحق ہو جاتے تھے۔ تو پھر براہ راست خدا تعالیٰ انہیں نبوت عطا کر دیتا تھا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جسطرح ایک طالب علم سکول میں انٹرنس پاس کرلے۔ اور پھر پرائیویٹ طور پر امتحان دیکر بی۔ اے۔ یا ایم۔ اے کا امتحان دیدے۔ اب یہ تو کہا جائیگا۔ کہ سکول کی تعلیم نے اسے اس قابل بنا دیا تھا۔ کہ وہ بی اے یا ایم۔ اے کا امتحان پاس کرلے۔ لیکن یہ کبھی نہیں کہا جائیگا۔ کہ سکول نے اسے بی۔ اے یا ایم۔ اے بنایا ہے۔ اسی طرح پہلے نبی اپنی امت کے نبیوں میں اتنی استعداد تو پیدا کر دیتے تھے۔ کہ وہ نبوت کا مرتبہ پانے کے مستحق اور قابل ہو جائیں۔ لیکن نبوت ان کو براہ راست خدا تعالےٰ سے حاصل ہوتی تھی۔ کیونکہ ان انبیاء کو یہ طاقت اور قابلیت حاصل نہ تھی۔ کہ ایک انسان کو نبوت کا درجہ پانے تک اپنی ہی تربیت میں رکھ سکیں۔ اور اپنی وساطت اور ذریعہ سے ہی نبوت کے درجہ تک پہونچا دیں۔ یہی مطلب ہے ان الفاظ کا کہ "وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوتے تھے"۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیاء کے سردار اور سب سے زیادہ شان اور درجہ رکھنے والے ہیں۔ آپ کو یہ قابلیت بخشی گئی۔ کہ آپ کی امت کا فرد آپ کی وساطت سے ہی نبوت حاصل کر سکتا ہے۔ گویا پہلے انبیاء کی تعلیم و تربیت ان سکولوں کی طرح تھی۔ جو صرف مڈل یا انٹرنس تک تعلیم دے سکتے تھے۔ آگے نہیں۔ اگر کوئی اور زیادہ تعلیم حاصل کرنا چاہے۔ تو اس سکول کو چھوڑ کر ہی کر سکتا تھا۔ نہ کہ اس میں داخل ہوکر۔ وہ انبیاء اپنی امت کے افراد کو ایک حد تک تو تعلیم دیتے تھے لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ حاصل کرتا تو صرف موہبت الٰہی اس کا ذریعہ تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے چونکہ سب انبیاء سے بڑھکر درجہ عطا کیا ہے۔ اس لئے آپ کو یہ طاقت بھی بخشی۔ کہ آپ اپنے شاگرد کو تمام و کمال تعلیم اپنے ہی مکتب میں دے سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبوت کا درجہ پانے اور دوسرے انبیاء کے نبوت حاصل کرنے میں کیا فرق ہے؟ اسکا جواب بھی اوپر کی تحریر میں آگیا یعنی گذشتہ انبیاء اپنے نبی سے تعلیم تو حاصل کرتے تھے۔ اور ایسا کرنا ان کے لئے ضروری تھا۔ اور اس کے سوا وہ نبی نہیں بن سکتے تھے۔ لیکن وہ تعلیم انہیں نبی بنانے کے لئے کافی نہ ہوتی تھی۔ اسلیئے خدا تعالےٰ سے براہ راست وہ تربیت حاصل کرکے نبی بنتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قابلیت دی گئی ہے کہ آپ اسقدر تعلیم دے سکتے ہیں۔ جو نبوت کے درجہ تک پہونچا دیتی ہے۔ اس لئے آپ سے ہی تعلیم حاصل کرکے حضرت مسیح موعود نبی ہوسکے ہیں؟

کیا ہی صاف اور واضح بات ہے۔ لیکن ان کے لئے جو عقل اور فہم رکھتے اور تقوےٰ و طہارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ نہ کہ ان کے لئے جن کے دل و دماغ پر بغض اور عداوت وحشت۔ اور دشمنی کیا رنگ پردہ ڈال رکھا ہے اور جو شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں۔ پھر وہی شیطان لکھتا اور بڑے تکبر سے لکھتا ہے ‌۔

"کہ جب سلسلہ موسویہ کے نبی بھی موسیٰ کے شاگرد ہی تھے۔ تو پھر وہ کیوں موسیٰ کی وساطت سے نبی نہیں سمجھے جاتے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی اس میں کیا خصوصیت ہے" ‌۔

اس نادان کے نزدیک جو عقدہ لاینحل ہے۔ اس کی نسبت میں اوپر تفصیل سے لکھ آیا ہوں۔ مختصراً یہاں بھی لکھتا ہوں۔ اعتراض ہے۔ کہ

"جب سلسلہ موسویہ کے نبی بھی موسیٰ کے شاگرد ہی تھے۔ تو پھر وہ کیوں موسیٰ کی وساطت سے نبی نہیں سمجھے جاتے" ‌۔

اس سے بڑھ کر نادانی اور بے وقوفی کا اور کیا ثبوت ہوگا۔ اس کا صاف اور نہایت صاف جواب۔ یہ ہے کہ چونکہ وہ موسیٰ کے شاگرد تھے۔ اس لئے ان کی وساطت سے نبی نہ ہوئے۔ کیونکہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ اس کی وساطت سے کوئی نبی بن سکے۔ اس قدر جہالت اور اتنی نادانی۔ افسوس! ہم تو کہتے ہیں۔ اور ثابت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان چونکہ تمام انبیاء سے بلندتر ہے۔ اسلیئے آپ کو اور صرف آپ ہی کو یہ قابلیت دیگئی ہے۔ کہ نبوت تک تعلیم دے سکیں۔ لیکن پھر بھی ہم پر یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ نے اپنے شاگردوں کو کیوں نبوت تک کی تعلیم نہ دی۔ وہ تعلیم دے ہی نہ سکتے تھے۔ تو پھر کیونکر دیتے۔ ذرا سوچ یہ تو نے کیا لکھدیا۔ کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ زید جس نے چند سال سکول میں پڑھا۔ اور پھر پرائیویٹ امتحان دیکر ایم۔ اے ہوگیا۔ وہ اور بکر جس نے کالج میں داخل ہوکر ایم۔ اے پاس کیا۔ ان دونوں کے ایم۔ اے پاس کرنے کا ایک ہی طریق ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر یہ کسطرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ نبی جس نے ابتدائی مراحل تو حضرت موسیٰ کی تربیت میں وہ کر طے کئے۔ لیکن نبوت خدا تعالےٰ

براہ راست پائی - اس نے اسی طرح حضرت موسیٰ کی وساطت سے نبوت پائی ہے - جسطرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہ کر نبوت کے تمام مراحل طے کئے - بے شک وہ انبیاء جو حضرت موسیٰ ؑ کی امت میں سے ہوئے - وہ ان کے شاگرد تھے - لیکن نبوت انھوں نے شاگردی سے نقل کر حاصل کی - شاگردی میں نبوت کے قابل ضرور بنے - مگر انہیں شاگردی کے ذریعہ نبوت نہ حاصل ہوئی - بلکہ براہ راست خدا تعالےٰ نے انہیں نبی بنایا یہ کیسی صاف اور سیدھی بات ہے - لیکن اس عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے کو یہ "عقدہ لاینحل" نظر آتا ہے - اور بڑی بے حیائی سے پوچھتا ہے - کہ

"اور حضرت مرزا صاحب کی اس میں کیا خصوصیت ہے" ۔

ہم سے یہ پوچھنا ہی بڑی بے عقلی اور نادانی کی علامت ہے - کیونکہ ہم نے کب کہا ہے - کہ حضرت مرزا صاحب میں دوسرے انبیاء کی نسبت کوئی خصوصیت ہے - ہم تو آپ کو نبوت کے لحاظ سے دوسرے انبیاء ایسا ہی سمجھتے ہیں - ہاں یہ کہتے ہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسرے انبیاء کی نسبت یہ خصوصیت ہے - کہ آپ اور صرف آپ ہی کی شاگردی میں ایک انسان نبوت کا درجہ حاصل کر سکتا ہے - اور آپ کے ہی مکتب میں تعلیم پا کر کمال نبوت پا سکتا ہے - آپ کے سوا کسی نبی کو یہ شان اور یہ فضیلت حاصل نہیں ہے - اس لئے ہم سے یہ سوال ہونا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا خصوصیت ہے - کہ آپ کے ذریعہ انسان نبی بن سکتا ہے - اور موسیٰ وغیرہ انبیاءؑ کے ذریعہ نہیں بن سکتا - جب کوئی یہ سوال کرے گا - اس وقت جواب بھی دے دیا جائیگا - فی الحال اس بات کو معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں ہے ۔

کیا نادان معترض ان باتوں پر غور کرے گا - اور اپنی بیہودہ سرائی پر شرمائیگا - امید نہیں - بیماری حد سے گذر چکی ہے - اور مرض لاعلاج ہو گیا ہے ۔

ہمیں ایسے بیہودہ گو کی باتوں پر توجہ کرنے کی ضرورت نہ تھی - لیکن چونکہ اس کے دماغ میں تکبر اور رعونت کا کیڑا دن بدن زیادہ بڑھ رہا تھا - اس لئے اس کو نکالنا ہم نے انسانی ہمدردی کے لحاظ سے اپنا فرض سمجھا - اور اپنے قلم کی نوک سے اس کے نکالنے کی کوشش کی ہے اب یا تو زخم اچھا ہو کر اسے صحت حاصل ہو جائیگی - یا زیادہ بگڑ کر اور کیڑے پڑ کر اس کی جان لینے کا موجب ہو جائیگا - دعا ہے - کہ خدا تعالےٰ صحت ہی دے ۔

سرغنہ ہائے پیغام سے ایک سوال

اور

خدا تعالےٰ کے لئے حلف کا مطالبہ

(الفضل کے خاص نامہ نگار کے قلم سے)

ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے ۲۹ اگست کے پیغام میں اختلاف جماعت احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "کیا اختلاف وہ ہے - جو ایک فریق کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے"۔ اور ایسا ہی پچھلے دنوں جب مریم عیسیٰ صاحب یہاں آئے ہوئے تھے - تو آپ نے میرے مطالبہ پر زبانی تو تسلیم کیا کہ مجھے حضرت مسیح موعود سے مسیح کے بے باپ پیدا ہونے کے عقیدہ میں اختلاف تھا - مگر میں نے نہ منافقت کی - اور نہ حضور کے سامنے کبھی ذکر کیا - پھر کہا - کہ مجھے کیا - خود مولوی صاحب (خلیفہ اول) کو بھی اختلاف تھا - اس کے بعد جب ہم نے مطالبہ کیا - کہ آپ یہ الفاظ لکھدیں - تو آپ نے مفصلہ ذیل تحریر لکھکر دی -

"اپنے مرے اصول میں اختلاف نہیں ہو سکتا - اگر کوئی رکھے - تو وہ اسکا مرید بھی نہیں رہ سکتا - اصول سے میری مراد یہ ہے - کہ جس پر کفر و اسلام کا دارومدار ہو" ۔

اب ہر دو محمد حسین صاحبان کی دیوانا لیان پیغام کی ناک ہیں) تحریرات سے نیز جب خواجہ کمال الدین ایک تقریر میں ہماری جماعت کو کافر قرار دینا اس کے ساتھ اور بڑا لیا جائے - تو صاف پتہ چلتا ہے - کہ پیغام بلڈنگ سے ہماری جماعت پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے - پس ہم مناسب اور ضروری سمجھتے ہیں - کہ مولوی محمد علی صاحب اور انکے جملہ احباب سے مطالبہ کریں - کہ وہ حلفاً بیان کریں - کہ ان کے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور ان کی جماعت (جو قریباً) ان کے ایسا عقیدہ رکھتے ہیں - جس پر کفر و اسلام کا مدار ہے) مسلمان ہے یا کافر -

یاد رہے ایسے حلف کا مطالبہ کرنے میں ہم خواجہ صاحب کی طرح چالاکی یا اختلاف پیدا کرنے کو مد نظر نہیں رکھتے بلکہ ہم خالصاً للہ چاہتے ہیں - کہ آپ وہ بات صاف کرا لیں - جس پر آپ کے نزدیک کفر و اسلام کا مدار ہے -

ہمارے نزدیک احمدی وہ ہے - جو مسیح موعود کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا ہے - اور اپنی تمام تشریحات کی بنیاد مسیح کے کلام پر رکھتا ہے - اور شرائط بیعت کی پابندی کا کسی کے ہاتھ پر اقرار کرتا ہے - البتہ ایسا آدمی اگر جائز اور اصل جانشین مسیح موعود کا مبائع نہیں - تو وہ فاسق یعنی عہد شکن احمدی ہے - اور وہ جو حضرت خلیفہ ثانی کو واجب الاطاعت امام تسلیم کرتا ہے - اور باوجود کسی مسئلہ میں آپ سے اختلاف رکھنے کے اس بات کا اقرار کرتا ہے - کہ اگر کسی شر یا فتنہ کو فرو کرنے یا ترقی سلسلہ کی کسی مصلحت کے لئے حضرت خلافت مآب ایسے اختلاف کے اظہار سے روکیں گے - تو بلا تامل رک جاؤں گا - وہ بھی صادق اور سچا احمدی ہے ۔

اس کے مقابل غیر مبائع اصحاب کے امیر کا نیز ایسا ہی دیگر سرغنہ ہائے جماعت غیر مبائعین کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ اور اس کے ساتھ بیعت کرنے والوں کا کسی بات میں اختلاف نہیں ہونا چاہیئے - اور موجودہ اختلاف عقائد اس کے نزدیک اصول میں اختلاف اور خارج از اسلام کر دینے والا ہے ۔

پس ہم مطالبہ اور حلف کے ساتھ مطالبہ کرتے ہیں کہ غیر مبائعین اصحاب کھولکر بتا دیں - کہ وہ ہم کو کیا سمجھتے ہیں - تاکہ ہماری جماعت آئندہ اپنے تعلقات کو اس کے ساتھ زیادہ صاف کر لے ۔

اشاعت اخبار کی طرف توجہ کریں - احباب اخبار کی اشاعت بڑھانا اپنا فرض سمجھیں - اور کم از کم ایک ایک خریدار ضرور مہیا کریں ۔ (منیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

ہر گل کے ساتھ خار ہوتا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء

حضور نے سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا۔ کہ۔

سورہ فاتحہ روزانہ بلکہ دن کے ہر تغیر کے وقت ہمیں بتاتی ہے اور اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ ہر انعام کے ساتھ کچھ مشکلات بھی لگی ہوتی ہیں۔ اور کچھ خطرہ بھی ہوتا ہے۔ اور جس پر انعام نہیں ہوا ہوتا۔ وہ ذمہ داریوں سے بھی بچا ہوتا ہے۔ ایک جنگل میں رہنے والا انسان جس کو حکومت کے معاملات میں کچھ دخل نہیں۔ اس سے کسی قسم کی پرسش بھی نہیں۔ لیکن ایک وزیر جہاں بادشاہ کا مقرب اور منظور نظر ہے۔ وہاں اسکی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اور جسطرح اس کے لئے یہ خوشی اور فخر کرنے کا مقام ہوتا ہے۔ کہ اُسے عزت حاصل ہوتی ہے اسی طرح اس کے لئے یہ ڈرنے اور خوف کرنے کا بھی مقام ہوتا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے۔ کہ میں اپنے آقا کا معتوب ہو جاؤں۔ تو سورہ فاتحہ اس طرف متوجہ کرتی رہتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے انعام مانگو لیکن ساتھ ہی ان انعاموں کے ملنے پر یہ بھی خیال رکھو۔ کہ ایسے افعال میں نہ پڑ جاؤ۔ کہ اللہ تعالےٰ کو اپنے اوپر ناراض کر بیٹھو۔ دیکھو جتنے لوگوں پر خدا تعالےٰ کے انعامات ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تکبر اور گھمنڈ میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ امراء میں جس قدر تکبر۔ گھمنڈ۔ عداوت۔ بغض۔ کینہ۔ بے وفائی۔ بدعہدی وغیرہ وغیرہ افعال شنیعہ پائے جاتے ہیں۔ غرباء میں انکی نسبتہ بہت کم ہوتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان پر جو مصائب اور تکالیف آتی رہتی ہیں۔ وہ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ کئے رکھتی ہیں۔

اسمیں شک نہیں کہ انعام ایک بہت اچھی چیز ہے اس سے بہتر کیا ہوگا۔ پھر خدا تعالےٰ کا انعام۔ لیکن جہاں انعام کی جستجو ہو۔ وہاں یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ انعام ملنے سے جو تکبر خودی کبریائی آجاتی ہے۔ اس سے بچیں۔

ہماری جماعت پر خدا تعالیٰ نے بڑے فضل اور انعام کئے ہیں۔ اگر وہ ان پر فخر کرے تو بجا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے انہی کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم لیکن ساتھ ہی انہیں یہ بھی فکر رکھنی چاہیئے۔ اگر وہ اپنے آپ کو اٰخرین منھم سمجھتے۔ اور جانتے ہیں۔ تو ان ذمہ داریوں کے نیچے بھی دبے ہوئے ہیں۔ جو ان سے پہلوؤں کی تھیں اب اللہ تعالیٰ تم سے پوچھ سکتا ہے۔ کہ ہم نے جو تم پر اتنا بڑا احسان کیا تھا۔ کہ تم نے خود بھی اسے محسوس کیا تھا۔ اور اس پر فخر کرتے تھے۔ پھر جب تم نے نافرمانیاں کیں۔ اپنے عہدوں کو ٹالا۔ تو تمہاری کیا سزا ہونی چاہیئے۔ جسطرح بادشاہ کا وزیر سب سے زیادہ مقرب ہو سکتا ہے۔ لیکن قصوروار ہونے کی حالت میں سب سے زیادہ سزا کا بھی مستحق ہوتا ہے۔ اسی طرح منعم جماعتیں جب ٹھوکر کھاتی ہیں تو بہت ہی بری طرح گرتی ہیں۔ دیکھو بعض افراد کی عزت کی وجہ سے یہود خدا تعالیٰ کے حضور بہت منعم ہو گئے تھے۔ پے در پے انہیں سے نبی بنائے گئے۔ انہیں انبیاء کا ایک سلسلہ چلا جا رہا تھا۔ مگر جب وہ گرے تو ایسے گرے کہ ذلت اور رسوائی میں تمام قوموں سے بڑھ گئے۔

ہندوؤں کا مذہب ان سے بہت پہلے کا مذہب ہے لیکن انکی اب تک کچھ نہ کچھ حکومت چلی ہی جاتی ہے۔ اور یہودیوں کی ایک چپہ زمین پر حکومت نہیں۔ ہندو جہاں بھی ہیں امن و امان سے گذارہ کرتے ہیں مگر یہود کبھی ایک ملک سے نکالے جاتے ہیں کبھی دوسرے سے حالانکہ یہ ہندوؤں سے بہت بعد کی قوم ہے۔ اس لئے انکے مقابلہ میں زیادہ طاقت ہونی چاہیئے تھی۔ مگر نہیں۔ بہت پہلی قوم میں اس سے زیادہ طاقت ہے اور اس میں نہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ ان پر جس قدر انعامات ہوئے تھے۔ اتنے ہندوؤں پر نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے جب وہ گری۔ تو ان سے بہت زیادہ نیچے گر گئی۔

ہماری جماعت کے لوگوں کو اس بات کی بہت فکر چاہیئے۔ کہ جہاں وہ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم میں داخل ہیں۔ وہاں ان پر بڑے بڑے فرائض بھی ہیں۔ اگر وہ ان کو پورا نہیں کرینگے تو خدا ان کا رشتہ دار نہیں۔ پس اگر تم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ اور ضرور کیا ہوا ہے۔ تو پھر اس کے پورا کرنے کا کونسا وقت آئیگا۔ دین کی اس حالت کو جسکی نسبت حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

یعنے ہر طرف کفر اسطرح جوش مار رہا ہے جسطرح یزید کی فوجیں تھیں۔ اور دین کی یہ حالت ہے۔ کہ امام زین العابدین کی طرح بیمار اور بیکس پڑا ہے۔ واقعی یہی حالت اسلام کی ہے اسکو دیکھتے ہوئے جو سستی کرتے اور اپنی ضروریات کو دین کی ضروریات سے مقدم کرتے ہیں۔ وہ سوچیں کہ کیا کر رہے ہیں ایسے لوگوں کے لئے بہت خطرہ کا مقام ہے۔ انہیں تو ایک منٹ بھی دین کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ آدمی جسے پہرہ پر کھڑا کیا جائے۔ وہ اگر ذرا بھی غفلت کرے تو اُسے بہت سخت سزا دی جاتی ہے۔ اور آج کل تو اتنی سختی کی جاتی ہے۔ کہ اگر پہرہ دار کو اونگھتا ہوا بھی دیکھا جائے تو گولی مار دیتے ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ اسکی تھوڑی سی غفلت بہت بڑے نقصان کا موجب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا کے لئے بطور پہرہ دار شاہد اور نگراں کے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اپنے فرائض سے ذرا بھی غافل ہوں تو بہت سزا پاتے ہیں۔ دوسرے اگر سوئیں تو کوئی نہیں پوچھتا۔ لیکن وہ اگر اونگھیں بھی۔ تو گولی مارنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

پس تم لوگ اس خطرہ کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے کی طرف توجہ کرو۔ تاکہ خطرات سے محفوظ رہ کر انعامات حاصل کر سکو۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق دے۔ کہ اس نے جو عہد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر کیا ہے۔ اسکو پورا کرے۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے۔

مسئلہ کفر و اسلام

اور

اس پر پیغام کا حملہ ناکام

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا مضمون کفر و اسلام پر ایسے عمدہ پیرایہ میں تھا۔ کہ بڑے بڑے گرانڈیل غیر مبایعین بھی احسنت۔ صدقت و برات پکار اٹھے۔ چنانچہ بہت سے خطوط میں سے لائل پوری معاندین (شیخون) کا بھی خط تھا۔ مگر پیغامی ہیڈکوارٹر میں یہ کب گوارا ہو سکتا ہے۔ کہ افتراق و شقاق کی خلیج وسیع نہ ہو۔ بالخصوص بچارے محرر پیغام کا تو آذوقہ ہی یہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کا درجہ گھٹانے اور اسکے اصحاب کبار و اہل بیت نبوی کو مغلظات سنانے کی لعنت سے پیدا ہو کر اس کی روحانی جسمانی تربیت کا موجب ہے۔ اس کم بخت جہنم در بر لعنت بر سو بیسویں صدی کے مکروہ جانور کو کوئی بات نہیں دکھاتا۔ کہ یہ ذرا ٹھنڈا ہو کر کسی بات پر غور کر سکے۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس مضمون صداقت مشحون پر اعتراض نہ کرتا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"کیا کوئی شخص صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر اور موسیٰ اور عیسیٰ اور دیگر انبیائے کرام کا انکار کرکے بھی علمیت یا حقیقت کسی ایک مزعومہ دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔۔۔ جب یہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ شرائط ایمان میں لانفرق بین احدٍ من رسلہ صاف طور پر اسکے خلاف ہے۔ پھر آپکا مندرجہ بالا بیان جس میں آپ نے "محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے کسی شخص کی ایسی شان نہیں" ٹھیرائی۔ کہ اس کا انکار انسان کو ہر قسم کے اسلام سے خارج کر دے۔ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ نبیوں میں سے تو کسی ایک کا بھی انکار انسان کو ہر قسم کے اسلام سے خارج کر دیگا۔ اور اسی بنیاد پر مسیح موعود کو نبی کہنے والے غیر احمدیوں کو خارج از اسلام ٹھیراتے اور اولئک ھم الکافرون حقًا کا فتوے عاید کرتے ہیں"

اس عقل کے اندھے کو جس نے کبھی ہماری کسی تحریر کو احقاق حق کی نظر سے نہیں دیکھا یہ نہیں سوجھا کہ خود اسی نوٹ مندرجہ پیغام ۱۷ ستمبر میں اس نے اقرار کیا ہے۔ کہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب رقمطراز ہیں:-

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے صرف حقیقت اسلام کا دائرہ تھا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ:-

گذشتہ انبیاء کے انکار کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ان کے زمانے میں ان کا انکار۔ اور ایک یہ کہ بقول ایڈیٹر پیغام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مان کر کسی گذشتہ نبی کا انکار۔ سو پہلی صورت تو اس طرح پر ہے کہ گذشتہ انبیاء کے زمانہ میں جب کوئی شخص ان کا انکار کرتا تھا۔ تو کلی طور پر اسلام سے خارج ہو جاتا تھا۔ جسکی وجہ ان انبیاء کی کوئی ذاتی خصوصیت نہ تھی۔ بلکہ ابھی تک علمیت کا دائرہ قائم نہ ہوا تھا۔ اگر ان کے زمانے میں بھی کوئی قوم مسلمان کہلانے والی ہوتی۔ تو پھر جیسا کہ ظاہر ہے۔ ان کا انکار بھی منکر کو کلی طور پر اسلام سے خارج کرنے والا نہ ہوتا۔ دوسری صورت کے امکان کا تصور کرنا ایڈیٹر پیغام ہی کا حصہ ہے۔ کیونکہ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مانیگا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کا منکر نہ ہوگا۔ ہاں اگر فرض محال کے طور پر اس صورت کو مان لیں۔ تو پھر اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر ایک شخص محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ لیکن کسی گذشتہ نبی کا منکر ہے۔ مثلاً موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام (ہم کو تو یہ لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ کہ دنیا کیا کہیگی مگر ایڈیٹر پیغام کے ذہن رسا نے جب اس صورت کے امکان کو مانکر ہم سے سوال کیا ہے۔ تو جواب دینا ہمارا فرض ہی) تو وہ کلی طور پر اسلام سے خارج نہیں ہے۔ کیونکہ اب علمیت کا دائرہ قائم ہو چکا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے لفظ اب کا۔ جیسا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:- "اب آسمان کے پردے کے نیچے محمد رسول اللہ کے سوا کسی کی ایسی شان نہیں کہ اس کا انکار انسان کو ہر قسم کے اسلام سے خارج کردے۔"

اور یہ جو ایڈیٹر پیغام نے لکھا ہے کہ قرآن غلط ہے، کہ جو بعض نبیوں کو مانے اور بعض کو نہ مانے وہ کافر ہے تو یہ درست ہے۔ اور ہم بفضل اللہ تعالیٰ ایڈیٹر پیغام کی نسبت اسکی سچائی پر زیادہ مضبوطی کے ساتھ گواہی دے سکتے ہیں۔ مگر پیغام کے کم سواد ایڈیٹر کو چاہیئے۔ کہ قرآن شریف پر ذرا آنکھیں کھولکر نظر ڈالا کرے۔ کلام الٰہی حقیقت اشیاء سے تعلق رکھتا ہے۔ ناموں پر اس کی نظر نہیں۔ پس جو حقیقت اسلام سے باہر ہوا۔ وہ جناب باری تعالےٰ کے نزدیک کافر ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مضمون کفر و اسلام میں جو حقیقت اسلام کی اصطلاح قائم کی گئی ہے۔ وہ اسلام اور ایمان کے اعلےٰ مراتب کو ظاہر کرنے کے لیے نہیں۔ بلکہ جیسا کہ آنجناب نے خود دریافت کیا ہے۔ حقیقی اسلام سے آپ کی مراد اصل اور نفس اسلام ہے۔ اور حقیقت اسلام سے باہر صاحبزادہ موصوف کسی اسلام کے قائل نہیں۔ ہاں لغوی رنگ میں ایک اسم اسلام ہے۔ جسکو آپ نے علمیت کے دائرے سے تعبیر فرمایا ہے۔ امید ہے کہ اب تسلی ہو گئی ہوگی۔

(یکے از مخلصین حضرت بشیر)

جناب خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب کی شہادت

جناب ایڈیٹر صاحب الفضل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الفضل مورخہ ۱۲ ستمبر کے صفحہ ۱۰ پر حضرت صاحبزادہ صاحب خلیفۃ المسیح ایدہم اللہ بنصرہ نے میرے متعلق ایک امر لکھ کر فرمایا ہے کہ اس واقعہ کی صحت کی بابت مجھ سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ اسوجہ سے مجھے لکھنا پڑا۔ پہلے خواب کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر یہ واقعہ بالکل صحیح ہے کہ خواب میں مجھے وہ کپڑا دکھلایا گیا جو حضرت صاحبزادہ صاحب کے کوٹ کے لئے مجھے بھیجنے کا ایماء ہوا تھا۔ اور میں نے تعمیل کی۔ آپ میری یہ شہادت اخبار میں چھاپ سکتے ہیں۔

خان بہادر محمد حسین ایڈیشنل سب جج و اسسٹنٹ سشن جج کمانیوالہ

حضرت مسیح موعود کا ایک کشف

اور

اُس کے متعلق عینی شہادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف پر جسمیں آپکے کپڑوں پر سرخی کے چھینٹے پڑے تھے۔ پچھلے دنوں مولوی ثناء اللہ صاحب نے تمسخر اڑایا تھا جس کے جواب میں ہماری طرف سے لکھا گیا تھا۔ کہ "اس واقعہ کے شاہد سے حلفاً مولوی ثناء اللہ صاحب دریافت کر سکتے ہیں اور اگر وہ اپنے خیال میں اس کو فرضی اور محض افتراء یقین کرتے ہیں۔ تو ان کو چاہیئے۔ کہ اہلحدیث میں اپنے یقین کے ثبوت میں لعنت اللہ علی الکاذبین شائع کردیں خدا تعالےٰ خود ہی جھوٹے اور سچے میں امتیاز کردے گا ورنہ یہ سمجھا جائیگا۔ کہ وہ دل سے اس واقعہ کی صداقت کے قائل ہیں اور بظاہر ایک منافقانہ طرز اختیار کی ہوئی ہے"۔ ہمارے اس مطالبہ کا ان کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اور نہ ہی آنے کی امید ہے۔ لیکن مندرجہ بالا کشف کے خاص گواہ جناب میاں عبداللہ صاحب نے اس کے متعلق اپنی عینی شہادت قلمبند کرکے ہمارے پاس برائے اشاعت ارسال فرمادی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ "حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حکم کے ماتحت اس کشف کے متعلق ثناء اللہ کے روبرو مجمع عام میں جس جگہ ثناء اللہ چاہے اور جن الفاظ میں چاہے یہ عاجز قسم کھانے کو تیار ہے۔ نیز یہ عاجز مباہلہ کے لئے بھی حاضر ہے۔ غرضیکہ وہ جسطرح بھی چاہے۔ اطمینان کرلے"۔ ہم اس شہادت حقہ کو درج ذیل کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ اگر وہ اس کشف کو افتراء سمجھتا ہے۔ تو میدان میں اُترے اور خدائی فیصلہ کو دیکھ لے ورنہ خدا کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود کی ہتک کرنے سے باز آجائے۔ (ایڈیٹر)

الفضل ۲۷ جولائی میں حضرت اقدس نبی اللہ کے مشہور کشف پر بدبخت ثناء اللہ کا حملہ دیکھ کر دل بیتاب ہوگیا۔ چونکہ حضرت اقدس اس دار فانی میں موجود نہیں۔ لیکن جس کے روبرو یہ واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ یہ عاجز فی الحال زندہ موجود ہے۔ اس واسطے ضروری سمجھا۔ کہ اس شہادت کو ادا کردوں۔

چونکہ یہ واقعہ اس عاجز کی آنکھوں کے سامنے کا ہے۔ گو بہت عرصہ کا ہے۔ مگر بخوبی من وعن یاد ہے۔ سنہ ۱۸۸۲ء یا ۱۸۸۳ء سے یہ عاجز حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء کا یہ واقعہ ہے۔ کیونکہ اس کشف کو حضرت اقدس نے اول سرمہ چشم آریہ میں درج فرمایا ہے۔ اور یہ رسالہ ہوشیارپور کے ایک آریہ کے ساتھ مباحثہ ہے۔ اور ہوشیارپور حضرت اقدس ۱۸۸۶ء میں باذن الہٰی دو ماہ قیام پذیر رہے تھے۔ اس دو ماہ کے اخراجات روزانہ خورد و نوش اس عاجز کے پاس ایک پاکٹ بک میں جو حضرت اقدس کا ہی عطیہ ہے۔ معہ تاریخ و ماہ و سال درج ہیں۔ جو ۱۸۸۵ء اوائل میں یہ عاجز کئی کئی ماہ حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں رہا کرتا تھا۔ اور خصوصاً ماہ رمضان میں تو ضرور ہی حاضر خدمت رہتا تھا۔ ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء کے رمضان المبارک میں بھی یہ عاجز حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر تھا۔

انہی ایام میں حضور علیہ السلام مسجد مبارک کے شرقی حجرہ میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ اس مکان میں حجرہ کو غسل خانہ کے طور کا غسل وغیرہ کے واسطے بنوایا تھا۔ نیا پلستر کرایا گیا تھا۔ اور یہ ٹھنڈہ تھا۔ یہیں نشست فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی میں تحریر وغیرہ کا کام بھی کیا کرتے تھے۔

اس وقت اس حجرہ یعنے غسل خانہ کی یہ شکل نہ تھی۔ جو اب ہے۔ اس کا دروازہ مسجد مبارک کے زینہ میں تھا۔ اور مسجد مبارک کی طرف ایک بڑا روشندان تھا۔ اور ایک دریچہ گول کمرہ کی چھت کے اوپر اور ایک چھوٹا دریچہ گول کمرہ کی چھت کے نیچے تھا۔

انہی ایام میں حضرت اقدس صبح کی نماز اول وقت پڑھ کر تھوڑی دیر اس حجرہ میں لیٹ جایا کرتے تھے اس میں ایک چھوٹی سی چارپائی سن کے بان کی بچھی رہتی تھی اور اس کے برابر ایک چھوٹی چوکی ہوتی تھی۔ جس پر کاغذ قلم دوات رکھی رہتی تھی۔ انگریزی قلم و سیاہی اس وقت حضور استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے۔ ایک مٹی کی دوات میں دیسی سیاہی اور قلم [illegible] ہوتی تھی۔ جو اس چوکی پر رکھی رہتی تھی۔

شادی مبارک چونکہ حضور کی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ اس واسطے حضور عالی دن کو مسجد مبارک کے حجرہ میں اور رات کو مسجد مبارک کی چھت پر مقام فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ عاجز بھی اسی جگہ روز و شب رہا کرتا تھا۔

انہی ایام میں حضرت اقدس اذان بھی خود ہی دیا کرتے تھے۔ اور جماعت بھی آپ ہی کرایا کرتے تھے۔ صرف دو تین مقتدی ہوا کرتے تھے۔ ایک یہ عاجز اور ایک حافظ حامد علی صاحب اور ایک آدھ کوئی اور۔ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بہت ہی کم تھا۔ وہ بھی صرف گردو نواح کے۔ اسی قسم کی پیاری پیاری اور ایمان بڑھانے والی باتیں تو بہت ہیں۔ جنہیں چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر طوالت مضمون سے ڈر کر اصل مدعا عرض کرتا ہوں۔

رمضان شریف میں یہ عاجز حاضر خدمت سراپا برکت تھا۔ کہ آخری عشرہ میں ۲۷ تاریخ کو جمعہ تھا۔ اس جمعہ کی صبح کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس حسب معمول حجرہ مذکور میں جاکر چارپائی پر لیٹ گئے۔ اور یہ عاجز پاس بیٹھ کر حسب معمول پاؤں مبارک دبانے لگ گیا۔ حتیٰ کہ آفتاب نکل آیا۔ اور حجرہ میں بھی روشنی ہوگئی۔

حضرت اقدس اس وقت کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ اور منہ مبارک پر اپنا ہاتھ کہنی کی جگہ سے رکھا ہوا تھا۔ میرے دل میں اسوقت بڑے سرور اور ذوق سے یہ خیالات موجزن تھے۔ کہ:۔

میں کیا خوش نصیب ہوں۔ کیا ہی عمدہ موقعہ اللہ جل شانہٗ تعالےٰ نے مجھے دیا ہے۔ کہ مہینوں میں مہینہ مبارک رمضان شریف کا ہے۔ اور تاریخ بھی جو ۲۷ ہے مبارک ہے۔ اور عشرہ بھی مبارک ہے۔ اور دن بھی جمعہ ہے۔ جو نہایت مبارک ہے۔ اور جس شخص کے پاس بیٹھا ہوں

وہ بھی نہایت مبارک ہے۔ اللہ اکبر کسقدر برکتیں آج میرے لئے جمع ہیں۔ اگر خداوند کریم اس وقت کوئی نشان حضرت اقدس کا مجھے دکھلا دے۔ تو کیا بعید ہے ٭

میں اسی سرور میں تھا۔ اور پاؤں ٹخنہ کے قریب دبا رہا تھا کہ دیکایک حضرت اقدس کے بدن مبارک پر لرزہ سا محسوس ہوا۔ اس لرزہ کے ساتھ ہی حضور نے اپنا ہاتھ مبارک منہ پر سے اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اُسوقت آپکی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ شاید جاری بھی تھے۔ اور پھر اسی طرح منہ پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہے۔ جب میری نظر ٹخنہ پر پڑی۔ تو اُسپر ایک قطرہ سرخی کا جو پھیلا ہوا نہیں۔ بلکہ بستہ تھا۔ مجھے دکھلائی دیا۔ یعنے اپنی شہادت کی انگلی کا پھول اُس قطرہ پر رکھا۔ تو وہ پھیل گیا۔ اور سرخی میری انگلی کو بھی لگ گئی۔ اس وقت میں حیران ہوا۔ اور میرے دل میں یہ آیت گذری۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اور یہ بھی دل میں گذرا۔ کہ اگر یہ اللہ کا رنگ ہے۔ تو اسمیں شاید خوشبو بھی ہو۔ چنانچہ مینے اپنی انگلی سونگھی۔ مگر خوشبو وغیرہ کچھ نہ تھی۔ پھر میں ٹخنہ کی طرف سے کمر کی طرف دبانے لگا۔ تو حضرت اقدس کے کرتہ پر بھی چند داغ سرخی کے گیلے گیلے دیکھے۔ مجھ کو نہایت تعجب ہوا۔ اور میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور حجرہ کی ہر جگہ کو خوب اچھی طرح دیکھا۔ مگر مجھے سرخی کا کوئی نشان حجرہ کے اندر نہ ملا۔ آخر حیران سا ہو کر بیٹھ گیا۔ اور بدستور پاؤں دبانے لگ گیا۔ حضرت صاحب منہ پر ہاتھ رکھے لیٹے رہے، تھوڑی دیر کے بعد حضور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور پھر مسجد مبارک میں آکر بیٹھ گئے۔ یہ عاجز بدستور پھر کمر وغیرہ دبانے لگ گیا۔ اس وقت مینے حضور سے عرض کی۔ کہ حضور پر یہ سرخی کہاں سے گری۔ پہلے تو ٹال دیا۔ پھر اس عاجز کے اصرار پر وہ سارا واقعہ بیان فرمایا۔ جس کو حضرت اقدس نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج فرما چکے ہیں۔ مگر بیان کرنے سے پہلے اس عاجز کو رویت باری تعالے کا مسئلہ اور کشفی امور کا خارج میں وجود پکڑنا حضرت محی الدین عربی کے واقعات سنا کر خوب اچھی طرح سے ذہن نشین کرا دیا تھا۔ کہ اس جہان میں کاملین کو بعض صفات الٰہیہ جمالی یا جلالی متمثل ہو کر دکھلائی دیجاتی ہیں

پھر حضرت اقدس نے مجھے فرمایا۔ کہ آپ کے کپڑوں پر بھی کوئی قطرہ گرا۔ مینے اپنے کپڑے اِدھر اُدھر سے دیکھ کر عرض کیا۔ کہ حضرت میرے پر تو کوئی قطرہ نہیں ہے۔ فرمایا۔ اپنی ٹوپی پر (جو سفید ململ کی تھی) دیکھو۔ مینے ٹوپی اُتار کر دیکھی۔ تو ایک قطرہ اُسپر بھی تھا۔ مجھے اس وقت بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ میرے پر بھی ایک قطرہ خدا کی روشنائی کا گرا۔ اس عاجز نے وہ کُرتہ جسپر سرخی گری تھی۔ تبرکاً حضرت اقدس سے باصرار تمام لے لیا۔ اس عہد پر کہ میں وصیت کر جاؤں گا۔ کہ میرے کفن کے ساتھ دفن کر دیا جاوے۔ کیونکہ حضرت اقدس اس وجہ سے اسے دینے سے انکار کر گئے تھے۔ کہ میرے اور آپکے بعد اس سے شرک پھیلے گا۔ اور لوگ اس کو زیارت گاہ بنا لیں گے۔ اور اس کی پوجا شروع ہو جائیگی۔ غرضکہ بہت ہی ردوقدح کے بعد دیا۔ جو میرے پاس اس وقت تک موجود ہے۔ اور سرخی کے نشان اس وقت تک بلاکم وکاست بعینہٖ موجود ہیں ٭

یہ ہے میری عینی شہادت۔ اگر مینے جھوٹ بولا ہو۔ تو لعنت اللہ علی الکاذبین کی وعید کافی ہے۔ میں خدا کو حاضر ناظر جانکر اور اُسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ جو کچھ مینے لکھا ہے۔ سراسر سچ ہے۔ اگر جھوٹ ہو۔ تو مجھ پر خدا کی لعنت! لعنت!! لعنت!!! مجھ پر خدا کا غضب! غضب!! غضب!!! ٭

عاجز عبداللہ سنوری

احمدیہ کوآپریٹیو سٹور قادیان

I - ترکیب۔ (۱) اس سٹور کے ممبر صرف احمدی احباب ہوسکیں گے ٭

(۲) اس سٹور میں تمام ممبر اپنے اپنے حصوں کے مطابق نفع یا نقصان کے ذمہ دار ہوں گے۔

II - مقاصد۔ (۱) حصوں کے ذریعہ روپیہ جمع کرنا۔ (۲) جمع شدہ روپے کو تجارت میں لگانا۔ (۳) حصہ داروں کو کفایت شعار بنانا اور ان کو بچت کرنے کی عادت ڈالنا۔ (۴) قادیان کے احمدی دوکانداروں کو تسلی بخش ضمانت پر مدد دینا (ضمانت میں منقولہ یا غیر منقولہ جائداد لی جائیگی۔ اور جائداد نہ ہونے کی صورت میں اس کے کسی صاحب حیثیت دوست کی ضمانت لی جائے گی اس صورت میں ایک آدمی پچاس روپے سے زیادہ ضمانت نہ دے سکیگا) ٭

III - حصہ داروں کا داخلہ۔ اس فنڈ میں ڈائرکٹروں کی کمیٹی کسی حصہ دار کو اس میں داخل کرنے کی مجاز ہوگی۔ اور تحریری درخواست لیکر شامل کر سکے گی۔ شمولیت کے وقت کم از کم ایک حصہ کی رقم پہلے داخل کرنی ہوگی۔ اور اگر کسی کے حصے ایک سے زائد ہوں۔ تو اُس کو باقی حصوں کی رقم کم از کم ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا کرنی ہوگی۔ مگر منافع صرف اس حصہ پر ملیگا جسپر حساب کرنے کے وقت چھ مہینے گذر چکے ہوں گے ٭

IV - (۱) اس سوسائٹی کا سرمایہ فی الحال ایک لاکھ روپیہ ہوگا۔ جو بیس ہزار حصوں میں تقسیم ہوگا۔ ہر ایک حصہ پانچ روپیہ کا ہوگا۔ اس سوسائٹی کا اختیار ہوگا کہ حسب ضرورت اس سرمایہ کو کم وبیش کرے دس سال سے پہلے اصل روپیہ واپس نہیں دیا جائیگا۔ ہاں اپنا حصہ ہر ایک حصہ دار فروخت کر سکتا ہے۔ اور اس میں سٹور بھی حتی الوسع مدد کریگا ٭

(۲) مذکورہ بالا میعاد کے بعد جو شخص روپیہ واپس لینا چاہے۔ اس کو سو روپیہ سے کم کے لئے ایک ماہ کا نوٹس دینا ہوگا۔ اور زائد کے لئے چھ ماہ کا ٭

(۳) نوٹس کی میعاد منافع میں شمار نہ ہوگی۔

V - قرضہ دینا۔ کسی احمدی دوکاندار کو تسلی بخش ضمانت پر نقد یا جنس بطور قرضہ مفصلہ ذیل شرائط پر دیا جاسکتا ہے ٭

(۱) روزانہ بکری سٹور کو واپس دینی ہوگی۔

(۲) نقد ہونے کی صورت میں روپیہ صرف ان کی منظور شدہ اشیاء پر لگانا ہوگا ٭

(۳) منیجر جب چاہے۔ دوکان کا معائنہ کر سکتا ہے

اور دیکھ سکتا ہے۔ کہ وہ روپیہ دوکان میں لگایا گیا ہے یا نہیں۔

(۴) دوکان کی آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنا ہوگا۔

(۵) اُدھار صرف انجمن کی ہدایت کے ماتحت دینے کا مجاز ہوگا۔

(۶) منافع کی ایک تہائی انجمن کو دینی ہوگی۔

VI (۱) تقسیم منافع۔ منافع سال کے اخیر میں بعد منہائی اخراجات اور ۲۰ فی روپیہ ریزرو فنڈ کے حصہ داروں پر ان کے حصوں کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔

(۲) حصہ دار کا اختیار ہوگا۔ کہ منافع خواہ نقد لے لے۔ یا آئندہ حصے میں شمار کرا دے۔

VII حصہ داروں کے عام اجلاس۔

(۱) یہ اجلاس سالانہ جلسہ پر ہوا کرے گا۔

(۲) اس اجلاس کا کورم دس فیصدی حصہ دار ہونگے۔

(۳) اس میں حسب ذیل امور پر فیصلہ ہوا کرے گا۔

ا۔ ڈائرکٹروں کا انتخاب۔

ب۔ سالانہ رپورٹ کا سننا۔

ج۔ متفرق ضروری امور۔

د۔ نیا ریزولیوشن پیش کرنے کی۔ کم از کم ایک ماہ اجلاس سے پہلے ڈائرکٹروں کے سکرٹری کے پاس اطلاع آنی چاہیئے۔

VIII ڈائرکٹروں کی کمیٹی۔

(۱) اس کمیٹی میں وہ ممبر شامل ہونگے۔ جنکو جنرل کمیٹی اس غرض کے لئے منتخب کریگی۔ اور ڈائرکٹروں کی تعداد پانچ ہوگی۔

(۲) ان کا انتخاب سہ سالہ ہوا کرے گا۔

(۳) اس کمیٹی کے مفصلہ ذیل فرائض ہوں گے۔

ا۔ منتظم کمیٹی کا مقرر کرنا۔ ب۔ سرمایہ کا کم و بیش کرنا ج۔ کسی ممبر کو کمیٹی سے خارج یا داخل کرنا۔ د۔ ملازمین اور عہدہ داروں کا تقرر۔ س۔ اڈیٹر کا تقرر۔ ص۔ مشیر قانونی کا تقرر۔ ط۔ متفرق امور۔

(۴) اس کمیٹی کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ہوا کرے گا۔

IX منتظم کمیٹی۔ (۱) اس کمیٹی کے ممبر عموماً قادیان کے رہنے والے (یا ایسے اصحاب جو باہر سے آسانی سے آکر جلسوں میں شریک ہو سکیں) ہوا کریں گے۔

(۲) اس کے ممبروں کی تعداد ڈائرکٹروں کی مرضی پر منحصر ہوگی۔

(۳) اس کمیٹی کا اجلاس مہینہ میں ایک دفعہ ہوا کریگا لیکن اگر ضرورت ہو۔ تو سکرٹری بمشورہ پریزیڈنٹ درمیان میں بھی اجلاس کر سکتا ہے۔

(۴) اس کمیٹی کے فرائض حسب ذیل ہوں گے۔

(ا) سٹور کے حسابات کی پڑتال کرنا (ب) ملازمین کو رخصت دینا۔ (ج) قرضہ دینا۔ اس کی مقدار جنرل کمیٹی ہر سال مقرر کیا کرے گی۔ (د) تجارت کے لئے اشیاء کا مہیا کرنا۔

نوٹ۔ منتظم کمیٹی بامید منظوری کسی ملازم کو یا منیجر کو ضرورت کے وقت علیحدہ کر سکتی ہے۔

X منیجر کے فرائض۔

(۱) ان اشیاء کا فراہم کرنا جن کی اجازت منتظم کمیٹی نے دی ہے۔

(۲) اشیاء کا فروخت کرنا۔

(۳) ملازمین سٹور کی نگرانی۔

(۴) آمد و خرچ کا حساب رکھنا۔

(۵) بقایا داروں کے بقایا کی وصولی۔

نوٹ۔ منیجر بامید منظوری منتظم کمیٹی کسی چیز کو ضرورت کے وقت خود بھی خرید سکتا ہے۔

XI سٹور کے قواعد۔

(۱) سٹور کے لئے ایک ایسا مکان ہوگا۔ جس میں سارا سامان بحفاظت رہ سکے۔ اس میں کوئی چیز بغیر اندراج رجسٹر کے داخل نہ کی جائیگی۔ اور نہ ہی خارج ہو سکیگی۔

(۲) ہر ایک شَے کا نرخ بطور نقشہ ایک تختی پر لکھ کر سٹور کے دروازے پر آویزاں رہا کرے گا۔

(۳) سٹور کا معائنہ منتظم کمیٹی ہر ماہ میں ایک مرتبہ کیا کرے گی۔

(۴) سٹور میں سے پانچ روپیہ سے کم کا مال نہ دیا جائیگا۔

XII متفرق امور۔

(۱) کسی قاعدہ کی تبدیلی سوائے عام اجلاس کے نہ ہو سکیگی۔

(۲) اس کمیٹی کی ایک مُہر ہوگی۔ جو منیجر کے پاس رہیگی۔ اور جس کاغذ پر یہ مُہر نہ ہوگی۔ وہ انجمن کا کاغذ تصوّر نہ ہوگا۔